شہد کی مکھی کی طرح وحی کے تابع عجز وانکساری اختیار کریں اور اپنی سوچوں کا نچوڑ خلیفہ وقت کو پیش کرتے رہیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵/ جنوری ۱۹۹۰ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیات قرآنی تلاوت کیں:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ
مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝٦٦ وَمِنْ
ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا
حَسَنًا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٦٨ وَاَوْحٰى رَبُّكَ
اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَ
مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝٦٩ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ
ذُلُلًا ۗ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ
شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٧٠

(النحل: ۶۷-۷۰)

پھر فرمایا:-

یہ آیات کریمہ جن کا آج کے خطبے کے لئے میں نے انتخاب کیا ہے، ان کو آج کے خطبے کا موضوع بنانے کی طرف ایک دوست کے خط نے توجہ دلائی ہے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے مجھے لکھا

کہ اوّل تو ان آیات میں میرے لئے ایک اشکال پایا جاتا ہے اور اس کا حل چاہتا ہوں۔ دوسرے ان کی ترتیب میں اور ان کے مضمون کے باہمی تعلق میں مجھے کوئی ایسی بات معلوم ہوتی ہے جو بہت گہری ہے اور جس کی طرف جماعت کو توجہ دلانی چاہئے لیکن میں اس مضمون کو پا نہیں سکا۔ لیکن یہ احساس مجھے ضرور ہوتا ہے کہ اس میں کچھ ایسا اعلیٰ مضمون بیان ہوا ہے جو جماعت کے سامنے پیش ہونا چاہئے۔ اس لئے میں صرف خط کے ذریعہ اس کا جواب نہیں چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اگر موقع میسر آئے تو کسی خطبے میں ان آیات کو اپنے خطبے کا موضوع بنالیں۔

جو اشکال ان کے ذہن میں تھا، اس کی طرف جب میں ترجمہ کر چکوں گا تو پھر میں آپ کو متوجہ کروں گا۔ پہلے میں ان آیات کا ترجمہ پیش کرتا ہوں۔ پھر اس کے بعد جو سوال اٹھایا گیا ہے اس پر روشنی ڈالوں گا۔ ترجمہ یہ ہے کہ وَاِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً اے بنی نوع انسان! تمہارے لئے دودھ دینے والے جانوروں میں یا چوپایوں میں ایک عبرت ہے۔ ایک ایسی بات ہے جس سے تمہیں سبق حاصل کرنا چاہئے۔ اِنَّ لَكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ‌ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ ہم تمہیں پلاتے ہیں اس چیز سے جو ان کے پیٹوں میں ہے۔ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ جو گوبر اور خون کے درمیان پیدا ہونے والی چیز ہے۔ جسے دودھ کہا جاتا ہے اور وہ بہت ہی اچھا ہے مزے کے لحاظ سے بھی اور صحت کے لحاظ سے بھی۔ پھر فرمایا: وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا حَسَنًا اور تمہارے لئے اس بات میں بھی ایک عبرت ہے کہ ہم نے جو پھل تمہارے لئے پیدا کئے ہیں مثلاً کھجور اور انگور۔ ان سے تم شراب بھی بناتے ہو جس سے نشہ پیدا کرتے ہو اور رزق حسنہ بھی اسی سے حاصل کرتے ہو۔ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ اس بات میں صاحب عقل لوگوں کے لئے ایک بہت بڑا نشان ہے۔ وَاَوۡحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی فرمائی۔ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا کہ تو اپنا مکان پہاڑوں پر بنا یا اپنے مکان تم پہاڑوں پر بناؤ اور درختوں پر اور ان بیلوں پر جن کو اونچی جگہوں پر چڑھایا جاتا ہے۔ پھر ہر قسم کے پھلوں سے تم رزق حاصل کرو کچھ کھاؤ۔ فَاسۡلُكِىۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا اور خدا کی مقرر کردہ راہوں پر عاجزانہ حرکت کرو۔ اطاعت کے ساتھ ان راہوں پر چلو جو خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر فرمائی

ہیں۔ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ ایسی صورت میں فرمایا کہ ان کے یعنی ان شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے ایک ایسی شراب نکلتی ہے جس کے رنگ مختلف ہیں اور جس میں بنی نوع انسان کے لئے بہت بڑی شفاء ہے۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ اس بات میں ان لوگوں کے لئے ایک بہت بڑا نشان ہے جو فکر کرتے ہیں۔

جو اشکال انھوں نے اٹھایا وہ یہ تھا کہ قرآن کریم تو شراب کو حرام قرار دیتا ہے اور یہاں پہلی آیت میں نعمت کے طور پر شراب کا ذکر فرمایا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ اپنی نعمتیں بتا رہا ہے اور فرمایا کہ دیکھو کھجور سے اور انگوروں سے تم شراب بھی بناتے ہو۔ تو ایک حرام چیز کا نعمتوں میں کیسا ذکر آ گیا؟ اس بات کا جواب جب میں ان آیات کے باہمی رابطے اور ان کے مضمون پر روشنی ڈالوں گا تو اس میں خود بخود آ جائے گا۔ سب سے پہلی چیز یہ سمجھنے والی ہے کہ یہاں عبرت کا مضمون بیان ہو رہا ہے۔ عبرت میں ایسی نصیحت پکڑنا مراد ہوتی ہے جس سے فائدہ نہ اٹھانے کی صورت میں نقصان پہنچتے ہیں اور جس کے نتیجے میں ان لوگوں کی تاریخ سامنے آ جاتی ہے جن کو ان خاص چیزوں سے استفادہ نہ کرنے کے نتیجے میں بڑے بڑے ضرر پہنچ چکے ہوں، بڑے بڑے نقصانات پہنچ چکے ہوں۔ مثلاً فرعون کی قوم ایک عبرت کا نشان بن گئی اور دوسری پہلی قومیں جنہوں نے انبیاء کی مخالفت کی اور اس کے نتیجے میں خدا کے عذاب کا نشانہ بنیں۔ وہ ساری عبرت کا نشان بن گئیں۔ پس عبرت کا مضمون چل رہا ہے اور وہ جگہ جہاں شراب بنانے کا ذکر ہے اس کا بھی عبرت کے مضمون سے تعلق ہے۔ نعمتوں کے گنانے کا مضمون نہیں ہے بلکہ عبرت کا مضمون ہے۔

دراصل خدا تعالیٰ نے تین مثالوں میں مختلف انسانی حالتیں بیان فرمائی ہیں۔ پہلی مثال جانوروں کی ہے۔ ایسے جانوروں کی جو چوپائے کہلاتے ہیں اور جن میں دودھ دینے کا ملکہ اللہ تعالیٰ نے ودیعت کر رکھا ہے ان سب کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماتا ہے کہ وہ دودھ پیدا کریں اور جو پہلی غذا وہ استعمال کرتے ہیں وہ حیوانی غذاؤں میں سب سے ادنیٰ درجے کی غذا ہے یعنی وہ نباتات، گھاس پھوس اور اس قسم کی چیزیں، سبز گھاس نہیں تو خشک گھاس، درختوں کے پتے، جتنی بھی چیزیں خدا تعالیٰ نے رزق کے طور پر پیدا فرمائی ہیں ان میں سے سب سے پہلی منزل ان غذاؤں کی ہے اور باقی تمام حیوانی زندگی نسبتاً اعلیٰ غذاؤں پر پلتی ہے۔ تو فرمایا کہ تمہارے لئے عبرت کا نشان یہ ہے کہ وہ اَنْعَامِ

جوتمہارے نزدیک بالکل بے عقل ہیں اوران کوکوئی سمجھ بوجھ نہیں ہے دیکھووہ کس غذا پر پلتے ہیں۔ جو غذائیں بھی ہم نے زندگی کے لئے پیدا کی ہیں۔ زندگی کو جاری رکھنے کے لئے اوراس کی پرورش کے لئے پیدا کی ہیں، ان میں سب سے ادنیٰ درجہ کی غذا وہ ہے جو یہ اَنْعَامِ کھاتے ہیں۔ گائے، بھینسیں، بکریاں، بھیڑیں، اونٹ۔اونٹ تو ایسی ایسی خوفناک غذا پہ بھی منہ مارتا ہے جو دنیا کا کوئی اور جانور نہیں کھا سکتا۔ کہتے ہیں صرف بکری اس چیز میں اس کا مقابلہ کرتی ہے۔اور وہ بھی اَنْعَامِ میں داخل ہے۔پس دودھ دینے والے جانور غذا کی سب سے ادنیٰ حالت پر پلتے ہیں اور دیکھو پھر وہ اس غذا سے کیا سلوک کرتے ہیں ۔ایک طرف اس کی گندگی کو الگ کر دیتے ہیں اور دوسری طرف خون بنانے سے پہلے جو خالصۃً ان کے کام آتا ہے، ایک ایسی غذا بھی بناتے ہیں جو پہلی حالت اور آخری حالت کے درمیان ہے۔بعض مفسرین ان بحثوں میں الجھ گئے کہ یہ جوفرمایا کہ خون اور فضلہ کے درمیان،تو غالباً اس سے مراد یہ ہے کہ جسم میں جو دودھ پیدا کرنے والی جگہ ہے وہ ان دونوں کے درمیان ہے اورکئی طریقوں سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ ہرگز یہ بات نہیں۔ ظاہری مقام کے لحاظ سے فضلہ اور خون جہاں جہاں بنتے ہیں ان کے درمیان دودھ پیدا کرنے والے اعضاء نہیں ہیں بلکہ ان کا الگ مقام ہے۔تو یہ معنوی ذکر ہورہا ہے۔ یہ فرمایا جارہا ہے کہ غذا کی ادنیٰ حالت اوراعلیٰ حالت یعنی خون بننے تک درمیان میں دودھ بنتا ہےاوردودھ میں یہ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ وہ صرف ان جانوروں کے اپنے کام ہی نہیں آتا وہ دوسروں کے بھی کام آتا ہے اور تمہارے بھی کام آتا ہے۔ چنانچہ وہ غذا کی ادنیٰ حالت جوتمہارے براہ راست کسی کام نہیں آسکتی یعنی گھاس پھوس، پتے اور تنکے، خس خاشاک ،جن کے اندرانسان کے لئے براہ راست کوئی بھی غذا موجودنہیں ان چیزوں پر یہ جانور منہ مارتے ہیں۔کانٹے دار جھاڑیوں پہ منہ مارتے ہیں، بدمزہ کسیلے پتے کھاتے ہیں اوران میں ایسی شیریں چیز یعنی دودھ پیدا کردیتے ہیں جوصرف اپنے لئے نہیں پیدا کرتے بلکہ دوسروں کے فائدے کے لئے بھی پیدا کرتے ہیں۔تو بنی نوع انسان کی کتنی عظیم الشان خدمت ہے جو یہ جانور کررہے ہیں۔

اس کے مقابل پر عام انسانوں کی مثال دی گئی۔فرمایا: عام انسانوں کا یہ حال ہے کہ ہم ان کے لئے اعلیٰ غذا پیدا کرتے ہیں۔پھل اور پھلوں میں سے بھی کھجوراورانگور جیسے اعلیٰ درجے کے پھل

ان سے بعض انسان صحیح استفادہ بھی کرتے ہیں اور رزق حسنہ کے طور پر بھی ان کو استعمال کرتے ہیں۔ لیکن بہت سے انسان ایسے ہیں جو ان کے غلط استعمال کرتے ہیں اور اعلیٰ اور پاکیزہ چیز کو ایک خبیث اور گندی چیز میں تبدیل کر دیتے ہیں جو بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانے کی بجائے ان کے شدید نقصانات کا موجب بنتی ہے۔ پس دیکھو ان جانوروں کے مقابل پر ان انسانوں کی کیا حالت ہے۔ وہ ارذل المخلوقات میں شمار ہوتے ہیں، اسفل المخلوقات میں شمار ہوتے ہیں اور انسان اشرف المخلوقات میں شمار ہوتا ہے۔ وہ نہایت رذیل اور گندی اور ایسی غذا استعمال کرتے ہیں جس سے نیچے درجے کی اور کوئی غذا نہیں اور اس سے نہایت پاکیزہ خوراک پیدا کرتے ہیں اپنے لئے بھی اور اشرف المخلوقات کے لئے بھی اور نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا دودھ جسے پی کر تم لذت حاصل کرتے ہو اور بہت سے اس کے فائدے اٹھاتے ہو۔ وہ یہ جانور گھاس پھوس سے پیدا کر رہے ہیں اور تمہارا یہ حال ہے کہ تمہارے لئے ہم نے پھل پیدا کئے ہیں جو سب غذاؤں میں سب سے اعلیٰ درجے کی غذا ہے اور اس کو تم نہایت رذیل قسم کی غذاؤں میں تبدیل کر دیتے ہو اور جانور تو تمہارے فائدے کے لئے یہ کام کرتے ہیں۔ تم دوسرے انسانوں کے فائدے کے کام نہیں کرتے بلکہ ان کے لئے نقصان کا موجب بن جاتے ہو۔

فسق و فجور کا گہرا تعلق شراب سے ہے اور شراب پینے والی قوموں میں لازماً فسق و فجور پایا جاتا ہے۔ یہ دو ایسی چیزیں ہیں جن کو آپ کبھی الگ نہیں کر سکتے۔ شراب پینے والی پاکباز قومیں آپ کو کہیں نہیں ملیں گے۔ اگر شراب کے نشے سے ہٹ کر پاکبازی اختیار بھی کر لیں اور تہذیب کے نمونے بھی دکھائیں تب بھی شراب کی حالت میں وہ اپنی اعلیٰ خصلتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اعلیٰ عادات سے محروم رہ جاتے ہیں اور ان کے اندر جو سب سے ارذل ہے اور اسفل ہے وہ باہر نکلتا ہے اور اس کے نتیجے میں بعض ایسے واقعات ہمارے سامنے آتے ہیں کہ خاوند اپنی بیویوں کے سر دیواروں سے ٹکرا ٹکرا کر پھوڑ دیتے ہیں، مائیں اپنے بچوں کو دیواروں کے ساتھ پٹختی ہیں اور جان سے مار دیتی ہیں۔ یہ عام روز مرہ کے واقعات ہیں۔ یورپ میں خصوصیت کے ساتھ اور امریکہ میں بھی ظلم اور سفاکی کے جو واقعات ملتے ہیں ان میں سے بیشتر کا تعلق شراب سے ہے۔ جتنے گھر آپ کو اجڑتے ہوئے دکھائی دیں گے ان میں سے اکثر کا تعلق شراب سے ہے۔ شراب کے نتیجے میں بدکاریاں اور فسق و فجور کے علاوہ گھر میں ظلم اور بداخلاقی طبعی طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہ عبرت ہے کہ دیکھو دو قسم

کے جانور ہیں ایک سب سے ادنیٰ نہیں تو عام ادنیٰ جانوروں میں شمار ہوتا ہے اور ایک سب سے اعلیٰ۔ سب سے نچلے درجے کے جانوروں میں جو شمار ہوتا ہے، اس کو ادنیٰ غذا ملتی ہے اور اس سے وہ کیسی پاکیزہ چیزیں بنا کر تمہارے فائدے کے لئے پیش کرتا ہے اور تم جو اعلیٰ درجے کے شمار ہوتے ہو سب سے اعلیٰ غذائیں کھا کر پھر ان کو ادنیٰ حالتوں میں تبدیل کر دیتے ہو۔

اس کے بعد شہد کی مکھی کی جو مثال دی ہے وہ دراصل ایک مثال ہے جو اعلیٰ درجے کے انسانوں پر صادق آتی ہے۔ شہد کی مکھی کا ذکر انسانوں کے بعد رکھنا، انسانوں میں سے اعلیٰ درجے کے انسانوں کی مثال کے طور پر ہے۔ چنانچہ اس مضمون کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ وَاَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِىۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُيُوۡتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعۡرِشُوۡنَ کہ شہد کی مکھی پر خدا نے وحی نازل فرمائی اور وحی کے نتیجے میں اس میں عظیم الشان تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔ اس مکھی کے مقابل پر ایک عام مکھی بھی ہے جو وحی سے محروم ہے۔ ان کی ظاہری شکلیں ایک دوسرے سے ملتی ہیں ایک ہی طرح اڑتی ہیں دیکھنے میں ایک دوسرے سے کافی مشابہ ہیں مگر ایک وہ ہے جو گندگی پر منہ مارتی ہے اور ایک وہ ہے جو پھولوں کے رس چوستی ہے اور پھولوں میں ایک ایسی بات ہے جو پھلوں سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ پھول پھلوں کے ماں ہوتے ہیں اور پھولوں میں پھلوں کی روح موجود ہوتی ہے۔ نہایت ہی اعلیٰ درجے کی روحانی لطیف غذا ہے جس سے اوپر غذا کا کوئی تصور ممکن نہیں۔ تو اول تو شہد کی مکھی کے ساتھ ہی دوسری مکھی کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے اور فرق ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان دونوں چیزوں میں فرق کیوں پڑا۔ فرمایا فرق صرف وحی کا ہے تعلق باللہ کا ہے اور اس لئے عام انسانوں کی مثال تو یہ ہے کہ ان کو اچھا رزق ملے تو اس کو گندگی میں بھی تبدیل کر دیتے ہیں اور اتفاقاً بعض مواقع پر یا بعض صورتوں میں اچھے رزق کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں لیکن یہ اتفاقی باتیں ہیں۔ بامقصد طور پر ایک رزق کو اعلیٰ حالت میں تبدیل کر کے بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے اس کو نکالنا یہ عام انسانوں کا کام نہیں ہے لیکن وہ لوگ جو صاحب وحی ہوتے ہیں، وہ جو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتے ہیں، وہی بنی نوع انسان جو وحی کے تعلق سے ایک اعلیٰ درجے کا مقام حاصل کر لیتے ہیں ان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ پس آپ یوں کہیں گے کہ اگر ایک مکھی کو بھی وحی کیا سے کیا بنا دیتی ہے اور کیسا عظیم الشان روحانی انقلاب اس میں برپا کر دیتی ہے۔

تو سوچو کہ ایک بشر کے اوپر جب وحی نازل ہوئی تو اس کی کیا حالت کر دے گی۔ تو شہد کی مکھی کی مثال دراصل صاحب وحی انسانوں کی مثال ہے اور ان کا نقشہ شہد کی مکھی کی شکل میں کھینچا گیا ہے اور مومنوں کی جماعت کا بھی پورا نقشہ اس مثال میں آ جاتا ہے۔ فرمایا اس کو ہم نے وحی کی اور وحی یہ کی کہ سب سے پہلے کہ ہم تمہیں جو رزق عطا کرنے والے ہیں اور رزق کو مزید اعلیٰ درجے کے رزق میں تبدیل کرنے کا سلیقہ سکھانے والے ہیں۔ وہ ایسا رزق ہے جو گندی جگہ پر نہیں رکھنا چاہئے۔ اچھی چیز کی حفاظت کی جاتی ہے، اچھی چیز کا خیال رکھا جاتا ہے کہ ہر قسم کے گندے اثرات سے اس کو پاک رکھا جائے۔ تو فرمایا کہ ہم نے اس سے کہا کہ یا پہاڑوں پر چلو جہاں فضاء پاک ہوتی ہے۔ مٹی اور گند کم ہوتا ہے اور عموماً پہاڑوں کی فضا سب سے اچھی ہوتی ہے اور زمین کی سطح پر اس کے بعد پھر درختوں کی باری آتی ہے۔ بڑے بڑے بلند درخت، ان کے اوپر اگر کبھی چڑھ کر آپ نے دیکھا ہو تو آپ کو معلوم ہوگا کہ زمین کی طرف نیچے دیکھیں تو درختوں پر چڑھ کر ایک نمایاں لطافت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ گویا انسان اونچی پاکیزہ فضا میں داخل ہو گیا ہے اور تیسرے درجے پر وہ بیلیں ہیں جو اگر اونچی جگہ چڑھانے کے لئے میسر نہ آئے تو زمین پر پھیلیں گی مگر مِمَّا يَعْرِشُوْنَ میں یہ نقشہ کھینچا کہ ان بیلیوں میں گھر بناؤ جن کو وہ اونچی عمارتوں پر چڑھاتے ہیں تو تینوں جگہ رفعت کا مضمون شامل ہے اور تینوں جگہ حفاظت کا مضمون شامل ہے کہ ایسی اعلیٰ غذا تمہیں عطا ہونے والی ہے جو نہایت لطیف، نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے اس کی حفاظت کا پورا انتظام کرو اور اونچی جگہوں پر اس کو بناؤ کیونکہ وہ اونچی جگہوں پر رکھنے کے لائق ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے مضمون کے ساتھ بھی یہی مضمون باندھا گیا ہے رفعت کا مضمون کہ اونچی جگہوں پر پڑھا جانے والا کلام اور یہ مرفوع کلام ہے۔

پس شہد کی مکھی کے ذکر میں دراصل الہام اور وحی کی روشنی میں پرورش پانے والی قومیں اور ترقی کرنے والی قومیں مراد ہیں۔ پس فرمایا کہ پہلے تو ہم نے اس کو گھر کے متعلق نصیحت کی کہ یہ بہت ہی مقدس غذا تمہیں عطا ہونے والی ہے اس لئے اس کے لئے ہر قسم کے لوازمات کا اہتمام کرو۔ اس کی حفاظت کا انتظام کرو۔ پھر فرمایا۔ پھر ہم نے اس سے کہا: كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جب حفاظت کا انتظام کر لو تو پھر غذا کھانی شروع کرو۔ اس میں بڑا گہرا معرفت کا نقطہ ہے۔ وہ لوگ جو اچھی چیزیں اکٹھی کرتے ہیں اور ان کی حفاظت کا انتظام نہیں کرتے وہ ان کو ضائع کر دیا کرتے ہیں

اور جب تک پہلے حفاظت کا انتظام نہ ہو اس وقت تک انسان کا حق نہیں ہے کہ ہر اچھی چیز کو اکٹھا کرنا شروع کردے۔ ایک طرف سے اکٹھا کر رہا ہو، دوسری طرف سے ضائع کر رہا ہو۔ یہ رزق کی بے احترامی ہے تو فرمایا! ہم نے پہلے اس کو حفاظت کا سلیقہ سکھایا پھر کہا ہاں اب جاؤ اور اچھے اچھے پھلوں پر منہ مارو اور بعینہ یہی چیز ہے جو شہد کی مکھی کرتی ہے۔ دنیا میں جس طرف آپ نظر دوڑائیں۔ پہاڑوں کی مکھیوں کو دیکھیں، درختوں پر چھتے بنانے والیوں کو دیکھیں، بیلوں میں چھتے بنانے والیوں کو دیکھیں سب کا یہی طریق ہے اور اسی سنت پر وہ عمل پیرا ہیں کہ پہلے شہد کی حفاظت کا انتظام کرتی ہیں۔ پھر وہ پھلوں کی طرف اور پھولوں کی طرف مائل ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا: فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا اس آیت کے حصے نے اس مضمون کو خوب کھول دیا ہے کہ یہاں دراصل اعلیٰ درجے کے انسان مراد ہیں۔ یہ انسان ہے جسے صاحب شریعت بنایا گیا اور جس کو اعلیٰ درجے کی چلنے کی راہیں عطا کی گئیں اور سمجھائی گئیں۔ مذہب کا مطلب ہی ”راہ“ ہے، راستہ ہے۔ صراط مستقیم آپ سورہ فاتحہ میں روزانہ کئی کئی مرتبہ پڑھتے ہیں۔ تو سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا سے مراد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جو تعلیم دی ہے، اس تعلیم پر عمل کرنا۔ اگر اس تعلیم پر عمل نہیں کرو گی تو پھر یہ جو فائدہ تم اپنے لئے اٹھانے لگی ہو اور غیروں کے لئے فائدے کا موجب بننے والی ہو، اس سے محروم رہ جاؤ گی۔ صرف پھل کھانا کافی نہیں۔ اس طریق پر پھل کھانا اور پھولوں کا رس چوسنا ضروری ہے جس طریق پر قرآن کریم نے ہدایت فرمائی ہے۔ یا الٰہی کتب ہدایت فرماتی ہیں تو یہ مثال بیک وقت شہد کی مکھی پر بھی اطلاق پاتی چلی جاتی ہے اور مومنوں کی جماعت پر بھی اطلاق پاتی چلی جاتی ہے۔ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ۔ ان کے پیٹوں سے پھر ایسی غذا نکلے گی جس کے رنگ مختلف ہوں گے۔ یعنی بظاہر وہ ایک ہی جیسے پھول ہوں گے جن کی وہ روح چوس رہی ہوں گی۔ جن کا رس چوس رہی ہوں گی اور ایک جیسے ہی پھل ہوں گے لیکن ان کے پیٹوں سے انہضام کے بعد جو چیز نکلے گی وہ مختلف رنگوں کی ہوگی۔ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ اس میں بہت ہی عظیم الشان شفاء بنی نوع انسان کے لئے رکھ دی گئی ہے۔

کلام الٰہی کو بھی شفاء کہا گیا ہے۔ کلام الٰہی کا جو خلاصہ ہے یعنی سورہ فاتحہ اس کا ایک نام شفاء بھی ہے۔ تو درحقیقت یہ مثال شہد کی مکھی کے نام پر دی گئی لیکن اس کا اعلیٰ اطلاق ان قوموں پر ہوتا ہے جو وحی کی

روشنی میں تعمیر کی جاتی ہیں۔جن کی پرورش اللہ تعالیٰ کے کلام کی روشنی میں کی جاتی ہے۔پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی جو جماعت پیدا کی، ان پر شہد کی مکھی کی یہ مثال پوری طرح صادق آتی ہے۔ پھر فرمایا: اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔اس چیز میں ایک بہت بڑا نشان ہے ان لوگوں کے لئے جو فکر کرنے والے ہیں۔پہلی مثال بیان کرتے وقت عقل کا ذکر کیا اور دوسری مثال بیان کرتے وقت فکر کا ذکر کیا۔اس میں کیا فرق ہے؟ یہ فرق بھی میں آپ کے سامنے کھولنا چاہتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عقل کی تعریف فرمائی اور دو جہتوں سے عقل کی تعریف فرمائی۔ فرمایا: **ما خلق اللّٰہ خلقا اکرمہ علیہ من العقل** (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح کتاب الادب) کہ خدا تعالیٰ نے کوئی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جس کو اس کی عقل کی نسبت سے زیادہ عزت دی ہو۔یعنی ہر مخلوق کی عزت کا مقام اس کی عقل سے طے ہوگا۔ درجہ بدرجہ ہر مخلوق کو خدا تعالیٰ نے عقل کے مختلف مراحل پر قائم فرمایا ہے۔ یا مختلف حیثیتوں کی عقلیں عطا کی ہیں۔پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں اس عقل کا ذکر فرما رہے ہیں جو فطرت میں ودیعت کی جاتی ہے جس میں انسان کی اپنی کوشش کا کوئی دخل نہیں اور ہر ذی روح کے لئے عقل کا ایک مقام مقرر ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتا اور تمام حیوانات میں اس کی عزت کا مقام بھی وہ عقل کا مقام طے کرتا ہے۔اس حدیث میں بہت ہی گہری حکمت ہے۔آپ تمام بنی نوع انسان پر نظر ڈال کر دیکھیں اور پھر نیچے اترنا شروع کریں درجہ بدرجہ حیوانات پر نظر ڈال کر دیکھیں۔تو آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ان میں سے حقیقت میں اکرام کا مقام اس کو نصیب ہے نسبتاً اور تناسب کے لحاظ سے جو زیادہ صاحب عقل ہے۔

پس اس پہلو سے جب میں نے ایک دفعہ ماریشس کی یونیورسٹی میں Evolution پر تقریر کی تو میں نے یہ نقطۂ نگاہ پیش کیا کہ سائنس دان تو حیوانات کے درجے اور طرح سے مقرر کرتے ہیں اور درجہ بدرجہ ان کو اس طرح تقسیم کرتے ہیں کہ ان کے جسموں کی حالت اور ان کے ماحول میں جو ان کو ایک خاص مقام حاصل ہے، ان کی ظاہری شکل میں ان کو جو ایک خاص مقام حاصل ہے۔کسی کی ریڑھ کی ہڈی ہے کسی کی نہیں ہے، کسی کے اندر وہ Section بنے ہوئے ہیں جیسا کہ کیڑوں مکوڑوں میں بھی پائے جاتے ہیں، کسی میں نہیں بنے ہوئے۔اس طرح مختلف طریق پر

انہوں نے جسمانی لحاظ سے حیوانات کو درجوں میں تقسیم کیا ہے۔لیکن قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ دراصل ارتقاء عقل کا ارتقاء ہے اور ہوش کا ارتقاء ہے، شعور کا ارتقاء ہے اور اول سے آخر تک جو چیز ترقی کر رہی ہے وہ شعور ترقی کر رہا ہے۔اس لئے حیوانات کی تقسیم ان کے شعور کے لحاظ سے ہونی چاہئے ۔کیونکہ ارتقاء نام ہی شعور کے ارتقاء کا ہے جسم کا ارتقاء نہ کبھی مقصود تھا، نہ حیوانات کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جسم کا ارتقاء قانون قدرت کے نزدیک کوئی معنی رکھتا تھا۔اسی حد تک جسم کا ارتقاء ضروری تھا اور ہوا جس حد تک عقل کو اس کی ضرورت تھی اس کے مطابق جسم ڈھالے گئے ۔لیکن جسم کو عقل پر کبھی بھی فضیلت عطا نہیں ہوئی۔ چنانچہ بہت بڑے بڑے جسم رکھنے والے جانور جن کو ڈائنوسار Dinosaur کہا جاتا ہے۔ان سے زیادہ عظیم جسم کا تصور نہیں ہوسکتا وہ آناً فاناً حیوانی تاریخ میں ہلاک کر دیئے گئے ۔سائنس دان جب آناً فاناً کہتے ہیں تو یہ مراد نہیں ہے کہ چند منٹوں میں ۔حیوانی تاریخ اتنی وسیع ہے کہ کروڑوں سال تک پھیلی ہوئی ہے’ کروڑ ہا کروڑ سال تک‘ اس لئے جب وہ آناً فاناً کہتے ہیں تو مراد یہ ہے کہ شاید دس لاکھ سال ہو گئے ہوں یا چند لاکھ سال گزرے ہوں مگر یہ عرصہ حیوانی تخلیق اور ارتقاء کے دور میں آناً فاناً ہی کہلاتا ہے۔ پس ان سب کی صف لپیٹ دی گئی اور جسم پر ان کو جو فضیلت حاصل تھی اس کے نتیجے میں ان سے فضیلت کا کوئی سلوک نہیں کیا گیا۔

پس قرآن کریم اسی مضمون کو یہاں بیان فرماتا ہے کہ یہ عقل کا معاملہ ہے۔عقل کے ذریعہ تمہیں اس پر غور کرنا ہوگا اور عقل کی تعریف کیا ہے؟ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انتہائی گہری تعریف فرمائی۔فرمایا: **ما خلق الله خلقا اکرمه علیه من العقل** کہ خدا تعالیٰ نے کوئی بھی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جس کو اس کی عقل کی نسبت سے زیادہ عزت بخشی ہو اور یہاں عقل سے مراد کمائی ہوئی عقل نہیں ہے جو علم کے ساتھ مل کر پھر اور ترقی پاتی ہے بلکہ ودیعت شدہ عقل ہے جو فطرت میں ودیعت کی جاتی ہے اور اس پر جانور کا اپنا کوئی اختیار نہیں ہے ۔ دوسری حدیث میں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کمائی ہوئی عقل کا بھی ذکر فرماتے ہیں اور لفظ کمانے کا اس پر استعمال فرماتے ہیں۔فرمایا **ما کسب احد شیئا افضل من عقل یهدیه الی هدی او یرد عن ردا** (مفردات امام راغب کتاب العین) کہ کبھی کسی شخص نے کسی چیز نے اس سے بہتر کمائی نہیں

کی کہ اس نے وہ عقل کمائی ہو یعنی پھر سنئے غور سے! کہ کبھی کسی چیز نے اس سے بہتر کمائی نہیں کی کہ اس نے وہ عقل حاصل کی ہو یا وہ عقل کمائی ہو۔ جس سے وہ ہدایت کی طرف راہنمائی حاصل کر سکے اور بری چیزوں سے بچ سکے اور بری چیزوں سے پیچھے ہٹ سکے۔ یہ جو عقل کی تعریف ہے اس کا تقویٰ کی ایک تعریف پر انطباق ہوتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے جیسے ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ چنانچہ دو پہلو اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خصوصیت سے بیان فرمائے اول یہ کہ ایک عقل ہے جو محنت سے کمائی جاتی ہے علم کے ذریعے اس کو حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس عقل کی پہچان یہ ہے کہ ہدایت کی چیز نظر آنی شروع ہو جائے اور صرف نظر نہ آئے بلکہ انسان اس کو حاصل کرے۔ اگر ہدایت کی چیز کو دیکھ لے، پہچان لے اور حاصل نہ کرے اس کا نام عقل نہیں ہے۔ بری چیز میں تمیز کر سکے اور پھر اس سے بچ سکے۔ اس کا نام عقل ہے اور یہی مضمون تقویٰ کا ہے۔

قرآن کریم نے فرمایا: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرہ:۳) کہ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے، ہر قسم کے شکوک سے بالا ہے لیکن یہ علم کافی نہیں۔ محض اس بات کا علم ہو جانا کہ کوئی چیز ہدایت ہے یہ کافی نہیں۔ تقویٰ وہ چیز ہے جس کے ذریعے سے اس علم سے استفادہ ہوگا۔ پس هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ یہ کتاب ہدایت ہے متقیوں کے لئے اور دیکھئے آنحضرت ﷺ عقل کی یہی تعریف فرما رہے ہیں کہ عقل اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعے ہدایت نظر بھی آئے اور انسان اختیار بھی کر لے۔ دوسری جگہ قرآن کریم میں جو تقویٰ کی تعریف ہے وہ ایک یہ بھی بیان ہوئی ہے کہ غلط چیزوں سے پرہیز اور بچنا، گناہوں کے مقامات سے ہٹنا اور یہی مضمون حدیث میں بیان ہوا ہے کہ عقل کی دوسری تعریف یہ ہے کہ انسان مضرات سے پرہیز کرے اور نقصان دہ چیزوں سے بچ جائے۔ پس یہاں جو پہلے خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس مثال میں جو سادہ سی ہے، صاف نظر آ رہی ہے۔ اس مثال میں ان لوگوں کے لئے نشان ہیں۔ ان لوگوں کے لئے فائدے کی چیزیں ہیں جو یہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ جب اچھی چیز کو دیکھیں تو اس کو اختیار کر لیں اور بری چیز کو دیکھیں تو اس سے بچ جائیں۔ پس عقل اس انسانی تمیز کی طاقت کو کہتے ہیں جو ابتدائی حالت میں ذی شعور انسان میں پائی جاتی ہے اور اس پہلو سے جانوروں میں بھی ایک حصہ عقل کا ملتا ہے لیکن جہاں فکر کا ذکر فرمایا وہ فکر کی طاقت

صرف انسان کو نصیب ہے اور جانور کو نصیب نہیں ہے۔ دوسرے موقعہ پر جہاں شہد کی مکھی کی مثال دی ہے۔ وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ مثال ایسی نہیں ہے جو تمہیں فوراً سمجھ آجائے۔ اب ذرا ٹھہر کر اس پر غور کرنا کیونکہ تفکر اس چیز کو کہتے ہیں کہ ایک انسان کسی چیز کی پیروی کرنا شروع کرے اور تلاش شروع کردے۔

چنانچہ تفکر کا جو معنی عربی لغات میں ملتا ہے، اس میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ جیسے عقل کی روشنی لے کر کوئی انسان کسی چیز کی تلاش میں نکل پڑے اور اسے ڈھونڈنا شروع کردے۔ کمپیوٹر کا جو آج کل کا تصور ہے وہ تفکر کے تصور کے نزدیک تر ہے۔ جب آپ کمپیوٹر کو ایک بات کا حکم دیتے ہیں کہ مجھے یہ چیز چاہئے تو بجلی کی رو بڑی تیزی کے ساتھ اس اندرونی نظام میں چکر لگانے لگتی ہے اور ڈھونڈنے لگ جاتی ہے کہ کہاں یہ چیز ملے گی۔ پھر جب اس کو وہ چیز ملتی ہے تو وہاں ٹھہر جاتی ہے اور وہاں سے ایک روشنی کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ جو بعض چمکتے ہوئے اعداد و شمار کی صورت میں یا تصویروں کی صورت میں آپ کو پردے پر نظر آنا شروع ہو جاتا ہے۔ پس تفکر اس بات کو کہتے ہیں۔ عقل پہلا مقام ہے اور تفکر اوپر کا اور بعد کا مقام ہے۔ چنانچہ وہ لوگ جو عام باتیں دیکھ کر ان سے ہدایت پانے سے محروم رہیں ان کے متعلق قرآن کریم بار بار یہی فرماتا ہے۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ پھر ایک موقعہ پر فرمایا صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (البقرہ:۱۷۳) تم عقل نہیں کرتے۔ عقل نہیں کرتے۔ بار بار ایسی باتیں بیان فرماتے ہوئے جہاں جہاں توقع کی جاتی ہے کہ عام آدمی دیکھ کر ان کو معلوم کرلے گا۔ جب کچھ لوگ ایسے نظر آتے ہیں کہ وہ عام سادہ باتیں دیکھ کر پھر بھی ان کو نہیں دیکھتے اور ان سے استفادہ نہیں کرتے تو قرآن کریم ان کو متنبہ کرتا ہے کہ تم عقل کیوں نہیں کرتے۔ یہ تو صاف نظر آنے والی باتیں ہیں اس میں فکر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ غور اور تدبر کا مقام نہیں ہے، تو صاف یہ مضمون سمجھ آجانا چاہئے تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ جب یہ لوگ بار بار نظر آنے والی چیزوں کو دیکھنے کے باوجود ان کا پیغام سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ تو ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے۔ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ کہ گونگے بہرے اور اندھے ہو جاتے ہیں۔ گویا حواس خمسہ ہیں تو سہی لیکن اندر کوئی پیغام نہیں پہنچاتے۔ ”مختل“ ہو چکے ہوتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ لَا يَعْقِلُوْنَ عقل نہیں کرتے۔ تو عقل سے مراد یہ ہے کہ حواس خمسہ سے جو ظاہری دکھائی دینے والی چیزیں ہیں، وہ بظاہر نظر آتے ہوئے بھی پھر آدمی ان سے استفادہ نہ

کرے۔ فکر کا مضمون جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے، قرآن کریم نے زیادہ گہرے مضامین کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ (الاعراف: ۱۸۵) اگر ان کو ایک نبی کی صداقت کا ظاہری طور پر علم نہیں ہوسکتا تو غور وفکر کیوں نہیں کرتے اور باتوں کے علاوہ یہ کیوں نہیں غور کرتے کہ اس شخص میں جنون کی علامتیں نہیں پائی جاتیں اور جو باتیں کر رہا ہے ان کے نتیجے میں یہ تمہارے ہاتھوں سے نقصان اٹھا رہا ہے۔ تم سے ماریں کھاتا ہے، گالیاں کھاتا ہے۔ ہر قسم کی ذلتیں برداشت کرتا ہے اور صبر کے ساتھ ان شدید تکلیفوں میں سے گزرتا چلا جا رہا ہے اور پھر بھی باتیں کہنے سے باز نہیں آتا۔ یہ علامت تو جنون کی ہوا کرتی ہے یا پھر بہت ہی صاحب فہم اور صاحب عقل انسان ہوگا جو راستی پر قائم ہے ورنہ اس کو یہ توفیق نہیں مل سکتی۔ یہ سوچنے کی باتیں ہیں۔ فرمایا: تم جانتے ہو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہی صاحب عقل وفہم انسان ہیں۔ پھر ان کو کیا ہو گیا ہے کہ ایسا جھوٹ بنا رہے ہیں جس کے نتیجے میں ان کو مصیبت پر مصیبت پڑتی چلی جاتی ہے۔ اگر یہ سچے نہ ہوتے تو یہ علامتیں مجنون کی علامتیں ہیں یہ مراد ہے۔ تو دیکھیں اس پر استدلال کے ذریعے آپ نے ایک نتیجہ نکالا۔ غور وفکر کے نتیجے میں آپ نے ایک مضمون حاصل کیا۔ اس لئے قرآن کریم فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ان باتوں پر یہ فکر کیوں نہیں کرتے۔ پھر فرمایا يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ (البقرہ: ۲۲۰-۲۲۱) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات ظاہر فرما دی ہیں کہ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ تا کہ تم غور وفکر کرو۔ کاش کہ تم فکر کرو۔ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ اب آخرت کا جو مضمون ہے وہ براہ راست انسان کی سمجھ میں نہیں آیا کرتا۔ کیونکہ ایک ایسی دنیا سے تعلق رکھتا ہے جو نظر سے غائب ہے۔ وہ صرف اس طرح سمجھ آ سکتا ہے کہ دنیا کے مضمون پر پہلے فکر کرو، غور کرو اور اس کے نتیجے میں پھر تم آخرت کے مضمون کو سمجھنے لگ جاؤ۔ تو محض عقل کافی نہیں بلکہ تفکر ضروری ہے۔ پھر فرمایا:

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ

(الحشر: ۲۲)

اے بنی نوع انسان! دیکھو یہ کلام الٰہی کتنا عظیم ہے کہ اگر ہم اس کو پہاڑوں پر بھی نازل کرتے تو پہاڑ خدا کی خشیت اور اس کے رعب سے جھک جاتے اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔ تِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ یہ مثالیں ہیں جو لوگوں کے لئے ہم بیان کر رہے ہیں تا کہ وہ فکر کریں۔ اب یہ مضمون ایسا ہے جو براہ راست نہیں سمجھ آتا کہ قرآن کریم پہاڑوں پر نازل ہو۔ پہاڑوں پر کیسے نازل ہو؟ اور وہ ٹکڑے ٹکڑے کیسے ہوں؟ یہ مضمون ایسا نہیں ہے جو بالبداہت صاف دکھائی دینے والا مضمون ہو۔ اس لئے یہاں فکر کا لفظ استعمال فرمایا۔ تو فرمایا کہ جو دوسری مثال ہے۔ جو شہد کی مکھی کی مثال ہے۔ اس کے مضمون کو سمجھنے کے لئے تمہیں صاحب فکر ہونا پڑے گا۔ اگر تم تفکر کرو گے اور مضامین کی تلاش میں عقل کا چراغ لے کر نکلو گے تو اس آیت میں تمہیں عظیم الشان مضامین ملیں گے اور یہ ہم تمہیں تنبیہ کر رہے ہیں کہ سرسری طور پر اس آیت سے نہ گزر جانا۔ ٹھہرو، غور کرو۔ فکر کرو اور معلوم کرو کہ اس میں تمہارے لئے کیا پیغام ہے۔

شہد کی مکھی کے مضمون پر بہت ہی عالمانہ کتب لکھی جا چکی ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ ان کتب کی روشنی میں آپ کو اس مکھی کے حالات کی تفصیل بتاؤں تا کہ تفکر کا حق پورا ہو لیکن چونکہ جمعہ کا وقت تھوڑا ہوتا ہے اور تفصیل سے اس مضمون کا حق ادا کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے سردست میں نے اس حصے کو نظر انداز کر دیا ہے۔ پھر اگر توفیق ملی تو کسی وقت تفصیل سے اس مضمون پر روشنی ڈالوں گا۔ یہاں سردست اتنا بتانا کافی ہے کہ مومنوں کی جماعت جو کہ آپ ہیں۔ وہ الٰہی جماعت جو الہام کی روشنی میں پرورش پاتی ہے اور الہام کی تعلیم سے اس کو تعلیم دی جاتی ہے اور وہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد پھر اس کو اپنے عمل میں ڈھال دیتی ہے اور تعلیم کا تتبع کرتی ہے اور تکبر کے ساتھ نہیں بلکہ عاجزانہ طور پر بغیر کسی انانیت کے بغیر سوال اٹھائے ان راہوں پر چل پڑتی ہے جو راہیں خدا تعالیٰ ان کے لئے مقرر فرماتا ہے اور پھر وہ اس کے نتیجے میں روحانی رزق حاصل کرتی ہے اور جو بھی اس کو روحانی رزق ملتا ہے۔ تَتَفَكَّرُونَ فکر اور تدبر کے ذریعے اسے مزید اعلیٰ بناتی چلی جاتی ہے **تفکرون** کا مضمون اس لحاظ سے اندرونی طور پر بھی اس آیت پر اطلاق پا رہا ہے۔ یعنی جب مومن کو روحانی غذا ملتی ہے تو وہ ایسی نہیں رہتی۔ جب وہ **تفکر** کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں اس غذا میں ایک جلاء پیدا ہو جاتی ہے اور ایک نئی چیز اس سے پیدا ہو جاتی ہے اور پھر جو کچھ اس کو خدا تعالیٰ عطا کرتا ہے وہ اپنے تک نہیں رکھتا

بلکہ غیروں کے فائدے کے لئے نکالتا ہے اور اس سے اس میں بنی نوع انسان کی روحانی بیماریوں کے لئے عظیم الشان شفاء پیدا ہو جاتی ہے۔

پس اگر جماعت احمدیہ وہی جماعت ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے اور ہمیں یقین ہے اور کامل یقین ہے کہ یہ وہی جماعت ہے۔ یہ وہی جماعت ہے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآنی تعلیم کی روشنی میں پیدا کی اور جس کا ''آخرین'' میں دوبارہ پیدا ہونا مقدر تھا۔ تو پھر آپ کے لئے ضروری ہے کہ روحانی امور میں تفکر کی عادت ڈالیں اور جو کچھ سوچا کریں اس کو الہام کی روشنی میں سوچا کریں، انانیت کے ساتھ نہیں کیونکہ انانیت کے ساتھ اگر قرآن کریم کی کسی آیت پر آپ غور کریں گے تو آپ کا نفس آپ کو دھوکہ دے دے گا اور اس کے نتیجے میں شیطانی خیالات تو پیدا ہو سکتے ہیں حقیقی معنوں میں قرآن کا عرفان نصیب نہیں ہو سکتا۔

پس فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا میں بہت ہی گہرا پیغام ہے کہ اپنے نفس پر بلاوجہ اعتماد کرتے ہوئے اور تکبر کا رنگ اختیار کرتے ہوئے تم روحانی مضمونوں کو نہیں پا سکتے۔ تمہارے لئے ضروری ہے کہ انکسار اختیار کرو عاجزی اختیار کرو اپنے آپ کو لاشی محض سمجھتے ہوئے قرآن اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم کی پیروی کرو۔ اور پھر اس کی جگالی کیا کرو، کیونکہ فکر میں مضمون کی جگالی کا مضمون داخل ہو جاتا ہے۔ پھر عقل کی روشنی پکڑو یعنی تقویٰ کے ساتھ جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے یہاں عقل سے مراد تقویٰ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف سے یہ بات ثابت ہے۔ پھر جیسا کہ فکر کا معنی ہے کہ عقل کا چراغ لے کر انسان مضامین کا تتبع شروع کر دے۔ تو اس مضمون میں یہاں یہ مطلب بنے گا کہ تقویٰ کی روشنی لے کر نکلو اور نئے مضامین حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ پھر ان مضامین سے جو کچھ تم حاصل کرو، اس کو بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے رائج کر دو اور یقین رکھو کہ اس میں بنی نوع انسان کے لئے عظیم الشان شفاء ہوگی۔ تم میں سے ہر ایک کے رنگ الگ الگ ہیں، ہر ایک کی عقلیں الگ الگ ہیں، ہر ایک کی فکریں الگ الگ ہیں۔ اس لئے بظاہر ایک ہی چیز کا رس چوس رہے ہوں گے یعنی الٰہی تعلیمات کا لیکن تمہارے اندر سے نئے نئے رنگ کے مضامین نکلیں گے اور ہر رنگ سے مضمون میں ایک شفا ہوگی۔

پس جماعت کی مجموعی طاقت کا راز اس بات میں ہے کہ وہ قرآن کریم کے پھولوں کا رس چوسے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاکیزہ کلمات کا رس چوسے اور پھر تفکر اختیار کرے اور عاجزی کے ساتھ ایسا کام کرے۔ تکبر کے ساتھ نہیں، اپنے نفس پر بناء کرتے ہوئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات پر بناء کرتے ہوئے اور وحی کی روشنی میں۔ اس مضمون پر غور کرتے ہوئے جب ہم وحی تک واپس پہنچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پھر عام انسانوں میں سے صاحب وحی انسان یعنی جن کی خاطر وحی نازل ہوئی جنہوں نے وحی پر عمل کیا وہ پیدا ہوتے ہیں اور پھر جب وہ غور وفکر کرتے ہیں تو پھر ان میں سے وہ انسان پیدا ہوتے ہیں جن کو بطور خاص وحی نصیب ہوتی ہے اور جن کو وحی نصیب ہو جائے ان کا علم پھر کامل ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ ہیں پھر جو صحیح معنوں میں شہد پیدا کرتے ہیں۔ پس آپ دیکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی تو ماضی میں کتنے بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔ جنہوں نے قرآن پر بھی غور کیا اور حدیث پر بھی غور کیا اور اچھے اچھے مضامین نکالے مگر وہ شفا کا رنگ وہ حسن اور وہ جمال اور وہ خوشبو جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام میں آپ کو ملتی ہے۔ جو آپ نے وحی پر غور کرنے کے بعد وحی کی روشنی میں مضامین حاصل کئے ہیں ان کا رنگ ہی اور ہے۔ پس مراد یہ ہے کہ پھر اس مقام کی طرف آگے بڑھو جس میں تم خود بحیثیت ایک ذات کے صاحب وحی بن جاؤ گے اور جب تم صاحب وحی بن جاؤ گے تو پھر یقینی طور پر تمہارے کلام میں شفاء پیدا ہو جائے گی اور تمہارے مضامین بہت اعلیٰ درجے کا رنگ اختیار کر لیں گے۔

شہد کی مکھی کی مثال میں نے پہلے بھی ایک دفعہ دی تھی۔ یہ جماعت احمدیہ کے اوپر عمومی طور پر بھی اطلاق پاتی ہے اور ایک سے زیادہ صورتوں میں اطلاق پاتی ہے۔ شہد کی مکھیاں پھولوں میں گھومتی ہیں، مختلف پھلوں تک پہنچتی ہیں ان کے رس چوستی ہیں اور ایک غذا بناتی ہیں جس کو شہد کہا جاتا ہے اور اس غذا کے رنگ بھی مختلف ہیں ان کی تاثیریں بھی مختلف ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ جب وہ اس غذا کو استعمال کرتی ہیں تو اس میں سے ایک اور اعلیٰ درجے کی غذا بھی نکالتی ہیں۔ یعنی شہد میں سے ایک شہد کا رس تیار کرتی ہیں اور اس کا نام Royal Jelly ہے۔ یعنی شاہی جیلی، وہ اپنے لئے نہیں رکھتیں یا ضرور اس سے کچھ استفادہ کرتی ہوں گی وہ اس کو شہد کی مکھی کے حضور پیش کر دیتی ہیں اور وہ شہد کی مکھی دراصل صرف پھولوں کے رس سے پیدا ہونے والے شہد پر نہیں بلکہ اس شہد کے خلاصے پر

پل رہی ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں اس میں غیر معمولی طاقتیں پیدا ہو جاتی ہیں وہ روحانی طور پر بہت زیادہ اولاد پیدا کرنے کی اہلیت اختیار کر جاتی ہے۔

پس اس پہلو سے بھی میں نے دیکھا کہ جماعت احمدیہ پر یہ مثال بعینہٖ صادق آتی ہے۔ مختلف احمدی جب کلام الٰہی پر غور کرتے ہیں یا دنیا کے پھولوں کے رس چوستے ہیں، ان سے عقل حاصل کرتے ہیں تو ایک شہد بنا رہے ہوتے ہیں جس سے وہ دنیا کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور خود بھی کھاتے ہیں اور پھر اس شہد میں سے جو نہایت اعلیٰ درجے کا نکتہ ان کو سمجھ آتا ہے وہ مجھے لکھ دیتے ہیں یا ملاقات کے وقت پیش کرتے ہیں۔ تو جو باتیں میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں، دراصل یہ آپ سب کے بھیجے ہوئے تحفے ہیں جن کا خلاصہ مجھ تک پہنچتا ہے اور پھر میں دوبارہ تقسیم کر رہا ہوتا ہوں اور یہی مثال خلافت احمدیہ کے ہر خلیفہ پر صادق آتی ہے۔ خلفاء کا جو مقام ہے وہ محض عطا کرنے والے والا مقام نہیں ہے بلکہ وہ حاصل بھی کر رہے ہوتے ہیں اور اس پہلو سے ان کو وہ مضامین مسلسل مل رہے ہوتے ہیں جو براہ راست آپ تک نہیں پہنچ رہے۔ ساری دنیا کی جماعت کی عقلوں کا خلاصہ اس تک پہنچ رہا ہوتا ہے۔ اس لئے جب کوئی دوست مجھے کوئی بات لکھتے ہیں تو میں کبھی یہ نہیں سوچتا اور اس بات کو میں تکبر اور فسق سمجھتا ہوں کہ یہ کہہ کر اس کو رد کر دوں کہ کسی عام آدمی کا کیا کام ہے کہ مجھے سمجھائے۔ بعض دیہاتی آدمی، بعض قریباً ان پڑھ لوگ، بعض ایسے احمدی جو خود لکھنا پڑھنا نہیں جانتے، اس حد تک کہ خط بھی نہیں لکھ سکتے وہ کسی سے لکھواتے ہیں اور بعض دفعہ معرفت کا ایسا نکتہ لکھ کے بھیجتے ہیں کہ روح عش عش کر اٹھتی ہے اور اس کو میں پکڑتا ہوں اور اس سے میں استفادہ کرتا ہوں۔ تو ہمیشہ یاد رکھیں کہ وہ Royal Jelly جو آپ تیار کریں گے اس سے خلیفہ وقت طاقت پائے گا اور اس سے اس کے اندر روحانی قوتیں پیدا ہوں گی۔ **اس لئے ہمیشہ اپنی سوچوں کا نچوڑ خلیفہ کے سامنے پیش کرتے رہیں۔** اس سے ایک ضمنی فائدہ یہ بھی ہوگا کہ جہاں آپ ایسی غلطی کر رہے ہوں کہ اس سے خطرہ ہو کہ آپ کی یہ سوچ نقصان کا موجب ہو اور خلیفہ وقت محسوس کرے کہ یہ وحی کے تابع ان رستوں کی سوچ نہیں ہے جن کو سُبُلَ رَبِّكِ قرار دیا گیا ہے بلکہ ان سے ہٹ کر ہے۔ تو وہ آپ کو متنبہ کر دے گا کہ اس پھول پر منہ نہ مارنا یہ زہریلا پھول ہے۔ نہ اس سے خود اپنے لئے کچھ بناؤ نہ کسی اور کے لئے بناؤ اور ضمناً میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ بعض دفعہ شہد کی مکھیاں زہریلے پھول پر

بھی منہ مارتی ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ وہ صرف اچھے پھول پر ہی منہ مارتی ہیں اور اگر چہ بہت کم ایسا ہوا ہے مگر دنیا کے لئے چونکہ عبرت کا مضمون بیان ہورہا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں میں یہ تجربہ بھی ہمیں بتادیا کہ بعض شہد کی مکھیاں بعض دفعہ زہریلا شہد بنالیتی ہیں اور وہ شہد بڑا سخت نقصان دہ ہوسکتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض صورتوں میں مہلک بن جاتا ہے۔ چنانچہ محققین نے غور کرکے، تحقیق کر کے پتا کیا ہے کہ کہاں کہاں کن علاقوں میں ایسے خطرات موجود ہیں مگر بالعموم شہد اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جیسا کہ آپ جانتے ہیں شفاء ہی کا موجب ہے۔

اس تجربے میں تو یہ بتانا مقصود ہے کہ بعض دفعہ تم شہد کی تلاش کرتے کرتے زہر بھی اکٹھا کر سکتے ہو۔ تو وحی کے تابع رہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ خلیفہ وقت جس کو خدا تعالیٰ نے تم پر نگران مقرر کیا ہے۔ تم اس کے سامنے Royal Jelly کے طور پر اپنی عقلوں کا نچوڑ پیش کیا کرو اور ہر بات نہیں پیش کرنی یہ بھی اس میں حکمت ہے۔ ورنہ تو خلیفہ وقت کو کسی بات کے سوچنے کا وقت ہی نہ ملے۔ اگر کروڑ احمدی اور آگے سے اللہ کے فضل کے ساتھ پتہ نہیں کتنے ارب بننے والے ہیں، وہ ہر بات لکھیں اور ہر بات کو وہ اپنی عقل کا خلاصہ قرار دیں تو یہ ناممکن ہے کہ ان خطوں کو کوئی خلیفہ سرسری طور پر بھی پڑھ سکے اس لئے Royal Jelly کا مضمون آپ کو یہ ہدایت کررہا ہے کہ پہلے ان ساری باتوں پر غور کرکے اس کا خلاصہ بنایا کریں اور جب آپ سمجھیں کہ ایک نہایت ہی اعلیٰ اور لطیف معرفت کا نکتہ ہاتھ آ گیا ہے جو اس لائق ہے کہ اس کو خلیفہ وقت کے سامنے پیش کیا جائے تو پھر آپ پیش کیا کریں اور پھر وہ آپ کی حفاظت کرے گا، اگر وہ سمجھے گا کہ اس میں غلطی سے، عمداً انہیں کوئی زہریلی سوچ کا کوئی حصہ داخل ہو گیا ہے تو وہ آپ کو سمجھائے گا چنانچہ میں ایسے ہی کرتا ہوں۔ بعض دفعہ لوگ اپنی طرف سے بڑا معرفت کا نکتہ بھیجتے ہیں اور مجھے اس میں زہر نظر آرہا ہوتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اس سوچ سے نہیں بچیں گے تو ان کو بھی ہلاک کردے گی میں ان کو محبت اور پیار سے سمجھاتا ہوں کہ سوچ کی ان راہوں سے باز آجائیں اور الا ماشاء اللہ اکثر احمدی بہت ہی پیارا ردعمل دکھاتے ہیں۔ کہتے ہیں جزاك اللہ۔ ہم سمجھ گئے ہیں کہ ہم کیا غلطی کررہے تھے اور ہم توبہ کرتے ہیں تو یہ ہے وہ مضمون جو ان آیات میں بیان ہوا ہے، اگر چہ سارا مضمون تو بیان کرنے کا وقت نہیں تھا مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ اہم باتیں جو جماعت کے سامنے رکھی جانی چاہئیں تھیں۔ ان میں سے ایک حصہ میں نے

آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان مضامین پر مزید غور کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم میں سے ہر ایک کو وہ شہد کی مکھی بنادے جو خدا کی وحی کے تابع اس کے رستوں پر نہایت عجز و انکساری کے ساتھ چلتی ہے اور روحانی پھلوں پر منہ مارتی ہے اور ان سے وہ شراب نکالتی ہے جو شفاء عطا کرنے والی شراب ہے، بہکانے والی شراب نہیں ہے۔آمین۔